مکی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمی مراکز

مولانا ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی نومسلموں اور دوسرے بیرونی مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے بعض مراکز قائم فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سعادت کدہ، خانہ کعبہ کا صحن مبارک، مسجد حرام کے دالان عظیم عمومی اور اجتماعی مراکز تھے اور دار ارقم کا مرکز خاص اور خصوصی تھا اور صحابہ کرامؓ کے اپنے اپنے گھر بنیادی مدرسے بھی تھے اور دینی مراکز بھی، یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات چلتا پھرتا مرکز تعلیم وارشاد تھا، تاہم منظم ومتواتر تربیت وتعلیم کے لئے بعض مستقل مراکز کا قیام ناگزیر بن گیا تھا۔ (عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت کے ابواب اول، دوم اور آخری)

خانہ اہل بیت کے مرکز دعوت وتعلیم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد خواتین وحضرات کو اسلام سے روشناس کرایا، ان کو مشرف بہ اسلام کیا اور ان کو قرآن مجید، سنت نبوی اور دین ومذہب کی تعلیم دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ اور ان کی بنات طاہرات کے علاوہ خاندانِ نبوی کے دوسرے وابستگان دولت وسعادت، غلامان وموالی، اعزہ واقارب اور دوست واحباب کی تعلیم وتربیت وہیں ہوئی تھی، حضرات زید بن حارثہ کلبیؓ، ان کی اہلیہ محترمہ ام ایمنؓ، علی بن ابی طالب ہاشمیؓ اور متعدد موالی خاندان نے وہیں علم سیکھا تھا، دوسرے اعزہ میں خاندانِ ہاشمی کے متعدد افراد، حضرات جعفرؓ، اسماء بنت عمیسؓ وغیرہ نے اسی جگہ تعلیم پائی تھی، احباب ورفقا میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسی مرکز رشد وہدایت میں اسلام قبول کیا تھا اور بنیادی تعلیم وتربیت پائی تھی...... (ابن ہشام، ۱/۲۵۹، ۲۶۳، ۲۶۴-۲۶۵ وغیرہ)

مکانات صحابہ-مکان صدیقی: ...... بعد میں ان کا اپنا گھر، مکان صدیقی بھی ایک مرکز دعوت وتربیت بن گیا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ وہاں جاتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مشاورت فرماتے تھے، حضرت صدیقؓ کی

دونوں دختر اور فرزند نے اسی گھریلو مدرسہ اور مرکز میں تعلیم حاصل کی تھی......(ابن هشام، ۹۷/۲: كان يخطى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ياتى بيت ابى بكر احد طرفى النبهار : امابكرة و اماعشية).

بعض دوسرے مکانات کو بھی مرکز تعلیم وارشاد کے لئے چنا گیا تھا، حضرت عمر بن خطاب عدویؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ اوران کے بہنوئی حضرت سعید بن زید عدویؓ کا مکان بھی ایک تعلیم وتربیت گاہ تھا، جہاں حضرت خباب بن ارت تمیمیؓ قرآن پڑھاتے تھے۔(ابن هشام، ۳۶۶/۱: وكان خباب بن الارت يختلف الى فاطمه بنت الخطاب يقرئها القرآن ...... وعندهما خباب معه صحيفة فيها طهٰ يقرئهما اياها)

مکہ مکرمہ کے نومسلم سربرآوردہ افراد کے مکانات ومنازل کو اسلامی مراکز کی حیثیت حاصل تھی اوران کی تعداد خاصی تھی، ایک دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ بعض ہمدرد غیر مسلم افراد وطبقات کے مکانات واحاطے(بیوت/ دور) بھی اسلامی مراکز کے فرائض انجام دیتے تھے، خواہ بلاارادہ سہی، ان میں ابوطالب بن عبدالمطلب ہاشمی اور بعض دوسرے اعمام نبوی کے مکانات کی اہمیت وکردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بیت ابی طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش گاہ بھی تھی اور حمایت گاہ وپناہ گاہ بھی، اس کو اسلام کی مجلس مشاورت گاہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بہت سے اکابر قریش سے اسلام پر وہیں تبادلہ خیال ہوتا تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاندانی پناہ گاہ کا استعمال بطور تبلیغی مرکز بھی کیا تھا اور بطور اسلامی مرکز بھی، اعمام وعمات کے مکانات میں سے ایک میں اسلام کی سب سے پہلی علانیہ دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا گیا تھا، جب قریب ترین اعزہ کو ارشاد وہدایت کے حکم ربانی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوعبد مناف کے ۴۵ رجال کار کو جمع کرکے دعوت کام ودہن کی تھی اوران کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا تھا۔(ابن هشام، ۲۷۴/۱ ومابعد، بلاذری، ۱۱۸/۱-۱۱۹)

صحن حرم:......خانہ کعبہ کی دیواروں کے سائے میں وسیع صحن تھا، زمانہ قدیم سے اکابر قریش اس میں اپنی اپنی مجالس (اندیہ- نادی) آراستہ کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدیم روایت اور دیرینہ رواج کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور وہاں اپنی بھی ایک اسلامی مجلس کے لئے ایک جگہ خاص کرلی، اکابر قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق کو تسلیم کرلیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مکہ مکرمہ کے ایک محترم ومکرم شخصیت، صادق وامین اور ایک جماعت کے معزز قائد بن چکے تھے، روایات سیرت میں آتا ہے کہ مختلف اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوتے تھے، مسلمانوں کو قرآن وسنت اور دین واخلاق کی تعلیم دیتے اور غیروں کو اللہ کے دین مبین سے روشناس کراتے تھے، اکابر قریش وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے اور اسلام کے بارے میں بحث ومباحثہ کرتے تھے، اسی مجلس میں بیرونی طالبانِ حق حاضر ہوتے اور غیرملکی اور ملکی وفود بھی آتے اور تحقیق احوال کرتے تھے، اس کو ”نادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ بجا طور سے کہا جاسکتا ہے، وہ قریشی اکابر کی ”اندیہ“ سے کم اہم ومحترم مجلس نہ تھی اور

اکابر مکہ نے اس کی حیثیت تسلیم بھی کرلی تھی (ابن ہشام، ۱/ متعدد صفحات بالخصوص ۴۲۰- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مضمون: نبوی دعوت وسیرت اور قریش مجالس، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی - ستمبر ۱۹۹۵ء)

دارِارقم کا اسلامی مرکز:...... تاریخ اسلام اور سیرت نبوی میں دارِارقم کے مرکز اسلامی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اور شہرت بھی، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قدیم مورخوں اور سیرت نگاروں نے اس کا بھرپور تذکرہ کیا ہے، جدید سیرت نگاروں نے ان کے بیانات وروایات کی پیروی میں اس کی اہمیت اجاگر اور شہرت وسیع کی ہے، اس حد تک کہ دوسرے اسلامی مراکز مکہ مکرمہ نظروں سے اوجھل ہو گئے بلکہ ان کا ذکر ہی نہیں کیا جاتا، بلاشبہ اس عظیم مکی اسلامی مرکز کی بہت اہمیت اور عہد ساز انفرادیت ہے۔

بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ خفیہ تبلیغ کے آخری زمانے میں جب مسلمانوں کی تعداد خاصی ہو گئی تھی، اس مرکز اسلامی کا انتخاب ہوا، غالباً بعثت نبوی کے دو ڈھائی سال کے بعد ۶۱۲ء میں، لیکن صحیح یہ ہے کہ دارِارقم کا مرکز خفیہ تبلیغ کے زمانے کی ابتداء ہی میں بن گیا تھا کیونکہ متعدد سابقین اولین نے دارِارقم میں ہی اسلام قبول کیا تھا، جیسا کہ ابن سعد نے تصریح کی ہے، حضرات عمار بن یاسر مذحجیؓ، صہیب بن سنانؓ کے علاوہ متعدد اکابر صحابہ ان میں شامل تھے، ان کے علاوہ اسی سے متعلق حضرت ابو ذر غفاریؓ کے قبول اسلام کا واقعہ ہے جو وہیں پیش آیا تھا، حضرت ابو ذر غفاریؓ ابتدائی مکی مسلمانوں میں ہیں اور غالباً تبلیغ کے آغاز کے فوراً بعد کے زمانے کے، حافظ ابن حجر نے ان کے قبول اسلام کی مختلف روایات کے تضاد وتصادم پر بحث کرتے ہوئے اسے بعثت نبوی کے دو سال سے زائد کا واقعہ بتایا ہے۔ (اکثر من سنتین)

اس کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک سربرآوردہ متمول صحابی حضرت ارقم بن ابی ارقم مخزومیؓ کا مکان تھا اور اسی نسبت سے دارِارقم کہلاتا تھا اور صفا ومروہ کی تلہٹی میں مکانات اور آبادی سے الگ تھلگ واقع تھا، گوشہ گیری اور آبادی سے دوری نے اس کو مکانِ تنہا کا مقام دے دیا تھا، وہ بلاخلل تعلیم وتربیت، کردار سازی اور اسلام پروری کے لئے انتہائی مناسب مقام تھا کہ بالارادہ ہی وہاں پہنچا جا سکتا تھا، روایات کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی اور تنظیم اسلامی کے کام میں مشغول ہو گئے تھے، حضرات ابو ذر غفاریؓ، حمزہؓ اور متعدد دوسرے صحابہ کرامؓ نے وہیں اسلام قبول کیا اور تعلیم وتربیت پائی تھی۔ (بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اسلام ابی ذر الغفاریؓ، ابن حجر، فتح الباری، ۷/ ۲۱۷-۲۲۹، نیز ماقبل، بلاذری، ۱/ ۱۵۸، ۱۷۶، ۱۸۰، ۱۹۴، ۲۱۳، ۲۱۸-۲۱۹ وغیرہ)

دارِارقم میں اسلام کا جو ارتقاء ہوا وہ نشانِ احترام وتوقیر بن گیا، قدیم مصادر ابتدائی مسلمانوں کے باب میں یہ ضرور بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے کس نے دارِارقم میں سکونت ودخول سے قبل اسلام قبول کیا تھا اور کس نے بعد میں، حضرت حمزہ بن عبد المطلب ہاشمیؓ اور حضرت عمر بن خطاب عدویؓ جیسے اکابرِ قریش نے دارِارقم کے اسی مرکز میں اسلام قبول کیا تھا

اور بیرونی صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے عظیم وجلیل اشخاص نے، قبول اسلام کا مرکز ہونے کے علاوہ وہ تعلیم گاہ، خانقاہ، تربیت گاہ، مشاورت گاہ، مسجد ومدرسہ، منزل نبوی اور بہت کچھ تھا، وہ مکی دور کا مستقل اور عظیم اسلامی مرکز بن گیا تھا۔ (ابن سعد، ۳ اور ۴: تراجم صحابہ سابقین، اسلام صحابہ اولین وغیرہ)

بیرون مکہ: دیہی مراکز:...... حکمت نبوی ہی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے بیرونی اصحاب کو اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے اپنے اپنے علاقوں میں واپس کر دیا اور حکم دیا کہ وہ وہیں رہ کر اپنی قوم میں تبلیغ اسلام اور تعلیم دین کا کام کریں، ظاہر ہے کہ انہیں دونوں ارشادات نبوی میں تنظیم مسلمانان اور تعمیرات کا حکم بھی مضمر تھا، کسی دانا مبصر کا قول ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی ایک چھوٹی یا بڑی جماعت ہے، وہاں امت اسلامی موجود ہے اور غالب مسلم اکثریت والے علاقے میں اس کو سیاسی غلبہ بھی حاصل ہے۔

بیرون مکہ: شہری مراکز:...... ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور مرکز اسلام کے لحاظ سے مکہ مکرمہ سب سے بڑا اسلامی مرکز رہا، مکی عہد کے تیرہ برسوں میں وہ عظیم ترین مرکز تھا کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی وہیں سکونت پذیر وقائم تھی، مگر مکی عہد کے وسط سے بعض دوسرے مراکز ومقامات کی مسلم آبادی مکی مسلمانوں سے زیادہ ہونے لگی تھی، جنوبی عرب کے اشعر ودوس قبیلوں اور بحرین کے عبدالقیس کی آبادی کو کم تر مان بھی لیا جائے تو غفار واسلم کے علاقوں کی مسلم آبادی یقیناً مکی مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہو چکی تھی، روایات کے مطابق وہاں کم وبیش ڈیڑھ دو ہزار مسلم آباد تھے کہ ان دونوں قبیلوں کی نصف نصف آبادی کا یہی تخمینہ بنتا ہے، بہر حال مرکزیت مکہ مکرمہ کو ہی حاصل رہی۔ (عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب دوم)

مکی عہد کے آخری تین برسوں، ۶۲۰ء تا ۶۲۲ء میں آبادی، اسلام، تنظیم اور معاشرت کے لحاظ سے مدینہ منورہ، یثرب نے سبقت واولیت حاصل کر لی، وہاں اسلام کا بیج تیزی سے برگ وبار لایا تھا کہ زمین زرخیز تھی، ہجرت نبوی سے تین برس قبل وہاں چھ خزرجی سرداروں کے علاوہ چند ہی لوگ مسلمان تھے جو دوران حج یا سفر تجارت خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اسلام لا چکے تھے، ۶۲۰ء میں چھ خزرجی سرداروں نے اسلام کی تبلیغ وترویج کو یثرب کا سب سے بڑا تبلیغی مشن بنا دیا اور خاصی بڑی آبادی مسلمان کر لی، ان میں سے بارہ مسلم نمائندوں اور سرداروں نے مکہ مکرمہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور ۶۲۱ء میں عقبہ کی پہلی بیعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر کی، ان یثربی سرداروں کی درخواست پر حضرت مصعب بن عمیر عبدریؓ کو بطور مدرس قرآن، معلم اسلام، فقیہ دین مقرر فرمایا جو مدینہ میں مقری کہلاتے تھے، اگلے سال تک ان کی کوششیں اور رنگ لائیں اور یثرب کے دونوں عرب قبیلوں اوس وخزرج کی بڑی آبادی نے اسلام قبول کر لیا، ان کے ۷۵ نمائندوں نے خدمت نبوی میں مکہ حاضر ہو کر دوسرا معاہدہ کیا جو بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

یثرب میں ابھی تک مقامی مسلمان بالخصوص ان کے پر جوش سردار حضرت اسعد بن زرارہ خزرجیؓ مسلمانوں کی تنظیم و تعلیم و تربیت کے ذمہ دار تھے اور یہ خدمت انہوں نے از خود قبول کرلی تھی، وہ ان کے ایک امام نماز بھی تھے اور سردار قوم بھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت سے حضرت مصعب بن عمیر عبدریؓ ایک طبقہ انصار کے امام نماز و معلم دین بن گئے تھے، ان کو بہر حال فوقیت حاصل تھی کہ وہ فرستادۂ نبوی تھے، بیعت عقبہ ثانیہ میں مسلمانانِ مدینہ کی نئی تنظیم ہوئی جو ہر لحاظ سے منفرد، اہم اور دور رس نتائج واثرات کی حامل تھی، یہ تنظیم معاشرتی بھی تھی، سیاسی و دینی تنظیم بھی تھی اور ایک مرکز اسلامی کی تشکیل و تعمیر بھی۔

بیرون عرب: شہری مراکز:...... تاریخی ترتیب اور زمانی توقیت کے اعتبار سے مدنی امت سے پہلے مکی عہد میں امت اسلامی کی ایک اور شاخ بھی وجود میں آئی تھی اور وہ حبشہ کی امت اسلامی تھی، نبوتِ محمدی کے پانچویں سال ۱۶-۶۱۵ء میں اس کا قیام عمل میں آیا، اگر چہ اس کی تعداد بڑھتی اور گھٹتی رہی، لیکن پورے نبوی دور میں حبشی امت اسلامی موجود رہی، یہاں تک ۷ھ/ ۶۲۹ء میں تمام مہاجرین حبشہ کی واپسی کے بعد بھی وہاں حبشی نژاد امت اسلامی موجود تھی، اس کا ذکر مدنی شاخ کے بعد اس لئے کرنا موزوں معلوم ہوا کہ وہ اسلامی امت کی پہلی غیر ملکی شاخ تھی اور جزیرہ نمائے عرب کے باہر حبشہ میں وجود میں آئی تھی، تقریباً بیس سال تک ۶۱۵ء تا ۶۲۹ء اس حبشی امت اسلامی کے زیادہ تر ارکان پناہ گزین اور مہاجر عرب تھے جو اپنا دین وایمان بچانے کی خاطر ایک انصاف پسند عیسائی بادشاہ کی غیر اسلامی سلطنت میں بس گئے تھے، ان کی تعداد سو، سوا سو سے زیادہ نہ تھی، مگر سماجی، سیاسی، دینی اور تہذیبی لحاظ سے ان کی موثر اہمیت تھی، ان کو ایک غالب، غیر مسلم سماج میں باعزت مقام حاصل تھا، ان کے دینی اور تہذیبی حقوق محفوظ تھے، ان کی جان و مال و آبرو کو ضمانت حاصل تھی اور سماجی لحاظ سے بھی وہ محترم سمجھے جاتے تھے۔

دینی حقوق و مراعات کی حفاظت کے نتیجے میں عرب مہاجرین نے نئے غیر عرب و غیر مسلم ملک میں مقامی حبشی افراد و طبقات کو متاثر کیا اور ان میں سے کئی کو مسلمان بھی بنالیا، ان کے سب سے بڑے سرپرست اور ملک کے بادشاہ نجاشی حضرت اصحمہؓ مسلمان ہوگئے اور کچھ دوسروں نے بھی ان کی اتباع کی، اشاعتِ اسلامی کی رفتار خواہ کتنی سست رہی ہو لیکن وہ جاری برابر رہی اور حبشی افراد و طبقات مسلمان بنتے رہے، ایک طرف بطور مسلمان انہوں نے حبشی سماج میں اپنی ایک نئی حیثیت و مرتبت قائم کی اور دوسری طرف اسلامی دنیا کے مرکز اعظم مکہ مکرمہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی، تہذیبی اور سماجی رشتے استوار کئے، سیاسی اور فوجی روابط بعد میں بنے، کیونکہ بحیثیت مسلمان ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ سلم اور مرکز اسلام سے ربط و تعلق بھی رکھنا تھا اور ان کا وفادار بھی رہنا ناگزیر تھا۔

☆......☆......☆